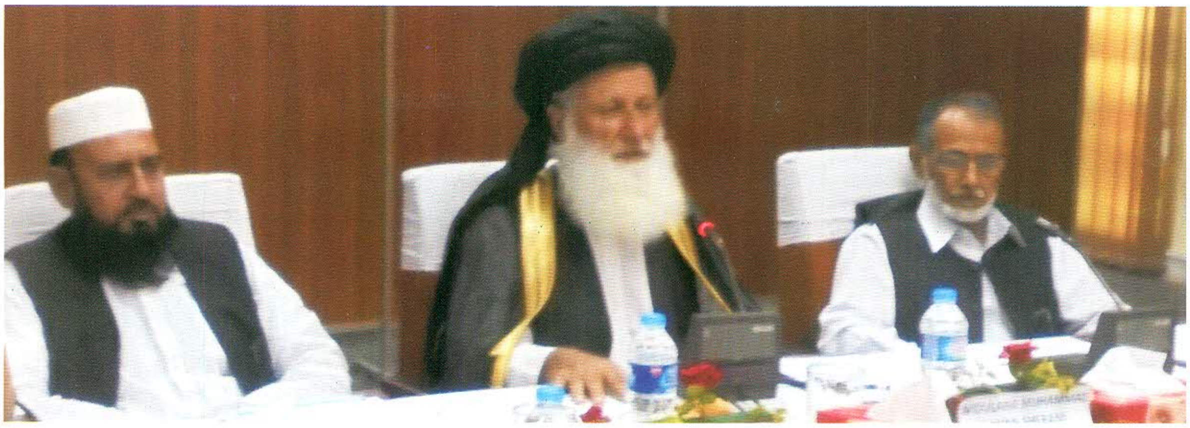

”یہ فصل انتہائی مفید ہے جس سے لاعلمی کی وجہ سے شریعت کے بارے میں بہت بڑی غلطیاں واقع ہوئی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ تنگی، مشقت اور غیر ضروری ذمہ داریوں کی شکل میں نکلا، کیوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ واضح شریعت جو کہ لوگوں کے مفادات کے تحفظ کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہے، اس سے ایسی چیز کا صدور نہیں ہو سکتا۔ شریعت کی بنیاد اور اساس حکمت اور دنیا و آخرت میں بندوں کے مفاد پر ہے، وہ مکمل طور پر عدل ہے، مکمل طور پر رحمت ہے، مکمل طور پر مصلحت ہے اور مکمل طور پر حکمت ہے۔ لہذا ایسا ہر مسئلہ جو عدل سے ظلم کی طرف نکل جائے، رحمت سے بے رحمی کی طرف چلا جائے، مصلحت سے فساد کی طرف چلا جائے اور حکمت سے نکل کر فضول چیز بن جائے اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں، اگرچہ اس کی تاویل کرنے کی کوشش کی جائے۔“

انہوں نے احکام کی دو قسمیں بتائی ہیں، فرماتے ہیں:

" الأحكام نوعان : نوع لا يتغير عن حالة واحدة هو عليها لا بحسب الأزمنة ولا الأمكنة ولا اجتهاد الأئمة كوجوب الواجبات وتحريم المحرمات والحدود المقدرة بالشرع على الجرائم ونحو ذلك فهذا لا يتطرق إليه تغيير ولا اجتهاد يخالف ما وضع عليه۔

والنوع الثاني : ما يتغير بحسب اقتضاء المصلحة له زمانا ومكانا وحالا كمقادير التعزيرات وأجناسها وصفاتها فإن الشارع ينوع فيها بحسب المصلحة"۔ [إغاثة اللهفان ٣٢٠ ـــــ ٣٢١]

”احکام کی دو قسمیں ہیں: (۱) ایک قسم کے احکام وہ ہیں جو اپنی ایک حالت سے تبدیل نہیں ہوتے، نہ زمانے کی وجہ سے، نہ مقام کی وجہ سے اور نہ ائمہ کے اجتہاد کی وجہ سے۔ اس کی مثال واجب امور کا واجب ہونا، حرام چیزوں کا حرام ہونا، جرائم پر شریعت کی طرف سے مقرر کردہ حدود اور اسی قسم کے دیگر احکام۔ چناں چہ ان پر ان کی اصلی حیثیت سے نہ کوئی تبدیلی آتی ہے اور نہ کوئی اجتہاد ہو سکتا ہے۔

(۲) دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو زمان و مکاں اور حالات کی مصلحت کے تقاضوں کے مطابق تبدیل ہو جاتے ہیں جیسے تعزیری سزاؤں کی مقدار، نوعیت اور کیفیت وغیرہ۔ ایسے احکام میں شارع کی منشا یہ ہوتی ہے کہ ان کی نوعیت مصلحت کے مطابق مختلف ہو۔“

چنانچہ جس طرح انسانی زندگی ارتقاء اور مسلسل تبدیلیوں سے عبارت ہے اسی طرح اجتہاد اسلام کی فکری اور عملی روایات کے تسلسل کا نام ہے۔ قوموں اور تہذیبوں کی بقاء کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ تبدیلیوں کے مسلسل عمل کے نتیجے میں پیدا شدہ مسائل کا حل کس طرح تلاش کرتی ہیں۔ اگر قومیں اور تہذیبیں اس کام میں جمود کا شکار ہو جائیں تو وہ ٹھہرے ہوئے پانی کے تعفن زدہ جوہڑ کی مانند ہو جاتی ہیں، چنانچہ اسلام کے مزاج میں جمود نہیں۔ اسلام حیاتِ انسانی کے بارے میں وسعتِ نظر کا رویہ رکھتا ہے اور زندگی کے گوشوں کو پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے اور زندگی کے ارتقاء و ترقی میں حائل رکاوٹوں کو دور کرتا اور سہولت پیدا کرتا ہے۔

اجتہاد ایک سرچشمہ ہے اور رائے اور عقل پر مبنی ماخذ مثلاً قیاس، استحسان، استصلاح اور استدلال وغیرہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی ”سرچشمہ سے نکلی ہوئی نہریں“ ہیں۔ اجتہاد کا دروازہ تا قیامت کھلا ہے اور امت مسلمہ کے اصحابِ فکر و نظر اپنی اجتہادی بصیرت سے انسانوں کی زندگی سے تنگی و مشقت کو دور کرتے رہیں گے اور ہر دور کے پیچیدہ انسانی مسائل کا اسلامی حل قرآن و سنت کے مجموعی مزاج کی روشنی میں پیش کرتے رہیں گے۔

اسلامی نظریاتی کونسل اپنے یوم تاسیس سے امتِ اسلام کے فکری اور فقہی احیاء کے لیے اپنا کردار ادا کرتی رہی ہے، کونسل کا تحقیقی مجلہ ”اجتہاد“ انہی اجتہادی کاوشوں کی ترویج کا پلیٹ فارم ہے جس میں مختلف مکاتب فکر کے اہل علم اپنے مدلّل اور بصیرت افروز خیالات کے ذریعے امت مسلمہ کی فکری اور عملی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں تا کہ امت مسلمہ اپنی دینی و ملی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے جدید دنیا کی ترقی میں اپنا نمایاں کردار ادا کر سکے۔

زیر نظر شمارے میں کونسل کی کاوشوں کے علمی تجزیے پر مشتمل مقالات بھی شامل ہیں اور کونسل سے باہر اہلِ علم کی تحقیقی کاوشوں پر مشتمل موضوعات بھی، باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تنسیق و ارتباط سے ہمیں مقصد احیاء کو آگے بڑھانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

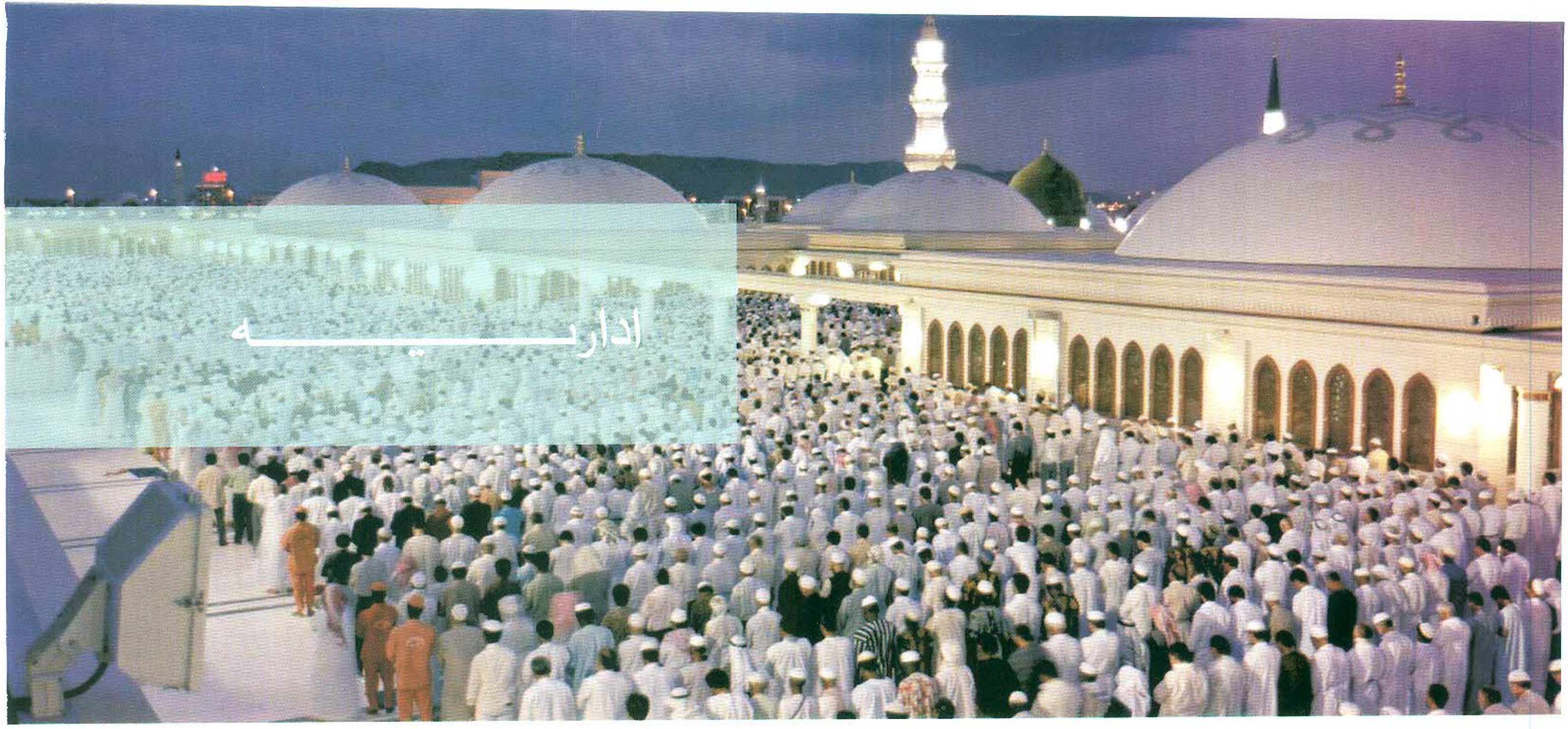

اداریہ

ڈاکٹر حافظ اکرام الحق
مدیر مسؤل

اِسلام کا نظریہ ٔحرکیت اس کے ''مکمل ضابطہ ٔحیات'' ہونے کا اہم سنگ میل ہے، ''جُھد'' اور اس سے مشتق اصطلاحات اجتہاد، جہاد، مجاھدۃ سبھی نظریہ ٔحرکیت کے مختلف مظاہر ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ [العنکبوت ۲۹: ۶۹] سے اس کی وسعتِ آفاق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ روزمرہ کے مسائل میں اجتہاد ہر زمانے میں اِسلامی معاشرے کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ بھلے وقتوں میں امت مسلمہ نے عملی طور پر وحی الٰہی کو ﴿ أَصْلُهَا ثَابِتٌ ﴾ [ابراہیم ۱۴: ۲۴] قرار دیا اور روزمرہ کے مسائل میں راہنمائی اور اصول وضوابط اخذ کرنے سے لے کر جہاں بانی وجہاں سازی کے ایسے سلسلے قائم کیے کہ دنیا نے انہیں اپنا معلم مانا اور ﴿ فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴾ اس پورے سلسلے کی سند قرار پایا۔ پھر حالات بدلتے چلے گئے اور رفتہ رفتہ مسلم فکری حرکیت بھی دھندلی ہوتے ہوتے قریب قریب غائب ہوگئی۔ کچھ زمانہ یوں ہی گزر گیا مگر ایک بار پھر شریعت کے مزاجِ حرکیت نے خوابیدہ مسلم فکر کو جگانے کی کوششیں شروع کردیں، جسے کبھی تجدید کا نام دیا گیا، کبھی اِحیاء کا اور کبھی نشاۃ ثانیہ کا۔ ہر دور کے مظاہر حرکیت میں اتفاق اور اختلاف دونوں طرح کے رویے ملتے رہے، کبھی کم کبھی زیادہ، فقہ وکلام کے متنوع مباحث اور فقہاء وفلاسفہ کی صف بندی انہیں مظاہرِ حرکیت کی مثالیں ہیں۔ فکری اختلاف میں کچھ حرج بھی نہیں جب تک اس میں تعصب کا عنصر شامل نہ ہوجائے۔ صیاغت (formation) کو لیا جائے تو مسلم مفکرین اور فقہاء اپنے علوم کی ابواب بندی، فصل بندی اور مسئلہ بندی وغیرہ عرصہ ٔدراز سے متعارف کرواچکے تھے، مخصوص کوائف کی پابندی کے ساتھ فقہی اجتہادات کی صورت میں قانون سازی، اور تقلید کی صورت میں ایک گونہ قانونی دستاویزات کی پابندی بھی متعارف ہوچکی تھی۔ برصغیر پاک وہند میں انگریزی نظامِ تعلیم نے اسلامی نظامِ تعلیم اور انگریزی قانون نے خالص فقہی روایت کے اِسلامی نظامِ قانون کی جگہ لے لی، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد انگریزی استعمار مکمل طور پر حاوی ہوگیا اور مسلمانوں کی بربادی اور پستی کا مکمل سامان کرلیا گیا۔ اس پر مسلم مفکرین کے ایک طبقے نے حرکیت کی ایک نئی شکل متعارف کروائی۔ انہوں نے خالص اِسلامی تعلیم کے ساتھ مغربی نظام تعلیم سے استفادے کی دعوت دی اور اسی طرح فقہی جزئیات اور فتاویٰ کی بجائے روزمرہ کی قانونی ضروریات پوری کرنے کے لیے دفعہ بندی اور شق سازی رواج پانے لگی۔ اس فکر کے پہلے پہلے داعیوں میں سرسید احمد خان (۱۸۱۷-۱۸۹۸ء) کا نام زیادہ نمایاں ہے، ان سے اتفاق بھی ہوا اور اختلاف بھی، مگر یہ طرزِ فکر آہستہ آہستہ رواج پاتی رہی یہاں تک کہ علامہ اقبال (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء) کے خطبات (Reconstruction of Islamic Thought) سے ''فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نو'' یا ''اِحیائے فکرِ اِسلامی'' کا ایک عملی خاکہ سامنے آیا۔ انہی خطبات میں چھٹا خطبہ The Principle of Self-movement in Islam (اِسلام میں خود حرکی کا اصول) تھا جس کا ترجمہ الاجتهاد فی الاسلام کیا گیا۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبہ ٔاِلہ آباد میں قانونِ اِسلامی کی تشکیل نَو کا نقشہ کچھ یوں بیان کیا ہے:

''دنیائے اسلام میں ایک عالم گیر نظام ریاست موجود ہے جس کے بنیادی نکات وحی وتنزیل کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں لیکن ہمارے فقہاء جدید دنیا سے بے تعلق رہے ہیں، اس لیے موجودہ زمانے میں انہیں از سرنو مرتب کرکے مستحکم کرنے کی ضرورت ہے''۔ [علامہ اقبال، خطبہ ٔالٰہ آباد ۱۹۳۰ء]